بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

کتاب، نبوۃ و رسالت

(ایک مختصر تشبیہاتی جائزہ)

تحقیق وترتیب: محمّد نامدار خان بوزئی

المرقوم: ۲۸/ اکتوبر ۲۰۰۵ء

مضمون کے کچھ حصوں میں تفہیم کی خاطر کمپیوٹر کی ساخت و اصطلاحات سے استفادہ کیا گیا ہے تا کہ اشکال و پیچیدہ رموز آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔ یعنی ایک موجود مثال جو کہ مشاہدے میں ہے اسکے ذریعہ غیر مشہود احوال کو قابلِ فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ علمائے اسلام اس طریقے کار کو ایک معروف استدلالی اسلوب تسلیم کرتے ہیں۔ اس اصول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راقم الحروف نے کوشش کی ہیکہ ایک مشکل و پیچیدہ حقیقت عقلی دلائل کی بنیاد پر عام فہم بن جائے۔ مطالعہ کے دوران قارئین اس حقیقت کو نظر انداز نہ کریں کہ اصل حقائق سے صرف اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ غیر انبیاء و مرسلین مثلاً بی بی مریمؑ و بی بی سارہؓ سے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین سے کیے جانے والے مکالمات کو اللہ یا اس کے مرسلین نے ''کتـــاب'' متعارف نہیں کروایا۔ اسوجہ اس قسم کے سارے تکلمات و کوائف خارج از بحث رکھے گئیں ہیں۔ یہاں زیرِ بحث ''کتـــاب'' وہ مخصوص کتاب ہے جسکا تعلق نبوت و رسالت سے ہے خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی!

عربی گرامر کے لحاظ سے لفظ ''کتـــاب'' اسم بھی ہے اور مصدر بھی۔ جب یہ لفظ بطور اسم کے استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں: ''دو دفتیوں کے درمیان تحریر شدہ سلے ہوئے اوراق کا مجموعہ''۔ اور جب یہ لفظ بطور مصدر کے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنی ''لکھنا'' یا ''تحریر کرنا'' یا ''کتابت کرنا'' کے ہوتے ہیں۔

علاّمہ راغب اصفہانی ''مفردات القرآن'' میں لکھتے ہیں.... ''اَلْكَتْبُ کے اصل معنی کھال کے دو ٹکڑوں کو ملا کر سی دینے کے ہیں'' چند ایک مثالیں دینے کے بعد لکھتے ہیں ''عرف (عام) میں اس کے معنی حروف کو تحریر کے ذریعہ باہم ملا دینے کے ہیں مگر کبھی ان حروف کو تلفظ کے ذریعہ باہم ملا دینے پر بھی بولا جاتا ہے۔''

معروف عالم و مفسرِ قرآن علامہ عبدالرحمٰن کیلانی اپنی مشہور تصنیف ''مترادفات القرآن'' میں آسمانی کتابوں سے متعلق مذکور مترادفات کی تفصیلی وضاحت کے بعد لفظِ ''کتا ب ''اور اس کے مترادفات کے معنوں کا خلاصہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

۱۔کِتَاب: ہر لکھی ہوئی چیز معروف معنوں میں کتاب ہے۔

۲۔اَسْفَار: بڑی بڑی کتب (تورات) کی شروح و تفاسیر۔

۳۔سِجلِ: ریکارڈ رکھنے کے قابل تحریریں اور مکتوب۔

۴۔ نُسَخَة: نقل شدہ کتاب یا جس سے نقل کیا جائے۔

۵۔زُبُر: موٹے حروف میں لکھی ہوئی کتابیں۔

۶۔صُحُف: وہ لکھے ہوئے اوراق جن کو کتاب کی صورت میں جمع کیا جائے۔

جبکہ سر سیّد احمد کے ہم خیال مبلغ دین جناب غلام احمد پرویز ''لغات القرآن'' میں فرماتے ہیں:

> ''کَتَبَ۔عرب اپنی اعلیٰ نسل کی اونٹنیوں کی شرم گاہ میں لوہے کا چھلّا ڈال دیتے تھے تاکہ وہ ہر قسم کے اونٹوں سے حاملہ نہ ہونے پائیں، اسے کَتَبَ النّاقَةَ کہتے تھے۔ ابن فارس نے بھی اس معنی کی تائید کی ہے۔ہمارے ہاں گھوڑیوں کیساتھ ایسا کرتے ہیں۔اسی طرح جب وہ اونٹنی کے نتھنوں کو چمڑے کے باریک تسمہ سے سی کر بند کر دیتے تھے تاکہ وہ اپنے بچہ کو سونگھ نہ سکے تو اسے بھی کَتَبَ کہتے تھے۔ اسی طرح سے مشکیزہ یا بوری کے منہہ کو سی کر بند کر دینے کے لیئے بھی کَتَبَ کہتے تھے۔یہیں سے لفظ کِتَـــابٌ نکلا ہے، جس سے مراد منتشر اوراق کی حلقہ بندی کر کے انہیں اس طرح مجتمع اور یکجا کر دینا تھا جس طرح بوری میں سامان بند کر کے اسے اوپر سے سی دیا جاتا ہے۔ابن فارس نے بھی اس کے بنیادی معنی یہی لکھے ہیں۔اس سے کِتَابٌ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔''

لفظِ ''کتاب'' بطور مصدر اور بطور اسم:

قرآنِ مجید لفظِ ''کتاب'' کو بطور مصدر بھی استعمال کرتا ہے اور بطور اسم بھی۔ ملاحظہ فرمائیں:

وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰئۃَ وَالْاِنْجِیْلَ (اور جبکہ میں نے تجھے تعلیم دی تھی لکھنے کی اور حکمت کی باتوں کی اور احکامات یعنی انجیل کی۔) [سورہ المائدہ، آیت:۱۱۰]

مندرجہ بالا آیت میں لفظِ کتاب بطور مصدر استعمال ہوا ہے اسوجہ سے ''لکھنے'' کے معنی دیتا ہے۔

اس آیت میں ایک اور قابلِ توجہ بات یہ کہ التَّوْرٰئۃَ کے بعد آنے والا ''واؤ'' تفسیری ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے انجیل نازل کی تھی اور وہ کتاب جسے ہم توریت کے نام سے جانتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔ یہاں روایتی ترجموں سے مختلف ترجمہ پیش کیے جانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ''تَّوْرٰئۃَ'' عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ''**احکامات**'' ہیں۔ اس وجہ سے مندرجہ بالا ترجمہ میں ''احکامات'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے؛ اسی طرح سورہ الانعام آیت: س ۸۹ میں آلِ ابراہیم علیہ السلام سے متعلقہ تذکرے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحُکْمَ وَ النُّبُوَّۃَ
(یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب اور حکمہ اور نبوت عطا کی)

اس آیت میں کتاب بطور اسم استعمال ہوا ہے اور آیت میں مذکور لفظ الْحُکْمَ کے معنی اختلافی معاملات میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ومقتدرہ کے ہیں۔ اگر اس آیت میں لفظ النُّبُوَّۃَ سے پہلے والا ''و'' تفسیری تسلیم کیا جائے تو کِتَاب اور الْحُکْمَ، نبوت کے اجزاء طئے پاتے ہیں۔

سورہ المطففین میں ''کتـــاب'' کی ایک اور حیثیت سے ہم واقف ہوتے ہیں جہاں لفظ کِتٰبٌ، ''سِجِّيْنٌ''اور''عِلِّيِّيْنَ'' دونوں فولڈرز (Folders) میں تحریرات کی نمائندگی کرتا ہے۔ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب مشرکین مکّہ نے رسولِ اکرمﷺ سے آسمان سے ''کتـــا ب'' لانے کا مطالبہ کیا تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے جواب دیا:

> وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (''اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل کر دیتے، پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے۔!'') [الانعام:۷]

پس واضح ہوا کہ نبی کریم پر نازل ہونے والی''کتـــاب'' بھی تحریری یا جلد بند شکل میں نازل نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذہ ایسی صورت میں ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ'' کتـــاب '' کا کوئی مرادی یا تشبیہاتی مفہوم اپنائیں۔

چنانچہ اس مرادی مفہوم کو دینی اصطلاح میں''کتـاب'' تسلیم کیا گیا؛ جس سے مراد وہ احکامات (تشریعی یا غیرتشریعی) متشابہات، قصص، اخبار وعلومِ مغیبہ ہیں جو کسی مامور من اللہ ہادی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیے جاتے ہیں اور جنہیں ہم وحی متلو اور وحی غیر متلو کے مجموعہ کے طور پر جانتے ہیں۔بعض لوگ''کتاب'' سے مراد''شریعت'' لیتے ہیں۔جو کہ اس اصطلاح کی غلط تعبیر ہے۔کیونکہ''کتاب'' نبوت کا ایک باب یا فصل (Chapter) ہوتی ہےاور شریعت اسی کتاب کا ایک ذیلی جز ہوتی ہے جو کہ مکلفین کے لیے نظامِ زندگی کے خدوخال وہدایات پیش کرتی ہے۔

نزولِ ''کتاب'' کا طریقہ کار:

ان ساری کتابوں کو اللہ نے عام انسانوں تک انبیاء ومرسلین کے ذریعہ سے پہنچایا اور اس کے طریقہ کار کو قرآن نے سورۃ الشوریٰ میں اس طرح بیان کیا:

''ناممکن ہیکہ کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو وہ (اللہ) چاہے وحی کرے، بیشک وہ برتر وحکمت والا ہے۔'' (آیت: ۵۱؛ سورہ الشوریٰ)

اوپر بیان کی گئی آیت سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے مندرجہ ذیل طریقوں سے کلام کرتا ہے:

۱۔راست وحی کے ذریعہ سے یعنی بغیر کسی درمیانی واسطے یا ذریعہ کے یا....

۲۔کسی پردے کی آڑ سے۔یا پھر....

۳۔کسی فرشتہ کے توسط سے وحی کا ذریعہ اختیار کرتا ہے۔

پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر راست گفتگو کی جسے ''بلاواسطہ خطاب'' (Direct communication) کہا جاسکتا ہے۔دوسری صورتحال کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے فرزند اسمٰعیلؑ کو قربان کرنے کا اشارہ خواب میں دیا گیا۔کلام کی تیسری صورت کی مثال، نبی کریم ﷺ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے بھیجی جانے والی وحی ہے۔لہٰذہ متذکرہ بالا منصوص مسلمات سے ہم پر یہ واضح ہوگیا کہ کلام و مخاطبت کی مذکورہ تینوں صورتوں میں گو کہ کہیں بھی تحریری ذریعہ استعمال نہیں کیا گیا لیکن اس کے باوجود انبیاء ومرسلین سے کی گئی ہر قسم کی communication ''کتاب'' متعارف ہوئی اور اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا ویسا ہی پختہ انتظام کیا گیا جیسا کہ اُس زمانے میں

اس لفظ کا مرادی تصوّر پایا جاتا تھا۔ یعنی ایسا انتظام کہ جس میں <u>ما مور من اللہ ہادیانِ برحق کی اس مخصوص یادداشت میں کوئی چیز خارجی ذرائع سے داخل نہیں کی جاسکتی تھی</u>! لہٰذہ اس طریقہ کار کو ہم ایک ممکنہ تشبیہہ کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

"کتاب" و "نبوت" کی ممکنہ تشبیہہ:

قرآنی آیات پر غور و تدبّر سے ہم پر اللہ کی طرف سے نازل کیے جانے والے کلام کی کتابت و ذریعہ کتابت اور ان کی حفاظت کی حقیقت اس طرح سامنے آتی ہیکہ حکمتِ الٰہی کے تحت عام لوگوں کے برخلاف، انبیاء و مرسلین کے حافظہ کا ایک حصہ نزولِ وحی کے لیے مختص کر دیا جاتا ہوگا اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ہم کسی کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک [حافظہ] کی partitioning کرتے ہیں اور اس پارٹیشن میں اپنی مرضی کے Folders بناتے ہیں اور پھر مضمون کے اعتبار سے ان کی فصل بندی یعنی filing کرتے ہیں۔ اس مثال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم یہ تصوّر کر سکتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین کے حافظہ کی بھی partitioning کی جاتی ہوگی اور مختلف فولڈرز بنائے جاتے ہونگے۔ جس کے بعد مختلف طریقہ سے کیے گئے کلام کی فائیلوں کو متعین فولڈرز میں محفوظ (save) کیا جاتا ہوگا۔ اس منزّل کلام کا تحفظ اللہ تعالیٰ خود اس طرح فرماتے ہونگے جس طرح کہ ہم کمپیوٹر میں اپنے مندرجات [data] کی حفاظت کرتے ہیں یعنی یہ کہ اس partition میں محفوظ ساری files کو انبیاء و مرسلین کے لیے ROM یعنی "Read Only Memory" کی ہیت دیجاتی ہوگی۔ بلکہ اس سے بھی اعلی اور عمدہ ایک ایڈوانس شکل Flash ROM ہے جو کہ Remotely erasable اور programmable ہوتی ہے۔ جس کی مدد سے کمپیوٹر مینوفیکچررز اس خاص میموری کی اندراجات اپنے دفتر ہی میں بیٹھے بیٹھے محفوظ (save) بھی کر سکتے ہیں، نسخ abrogate بھی کر سکتے ہیں، (delete) بھی کر سکتے ہیں یعنی بھلا بھی سکتے ہیں اور ترمیم

(edit) بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل اس طرح ہوتا ہے جیسے مائیکروسافٹ Microsoft جیسی کمپنیاں ہمارے کمپیوٹرز کے پروگرامز update کرتی رہتی ہیں۔ چنانچہ احتمال یہ ہے کہ شائید اسی نوعیت کے بلکہ اس سے کہیں زیادہ بہتر اور قابلِ اعتماد پروگرامز programmes انبیاء ومرسلین پر نازل کلام اللہ کی حفاظت، نسخ وتبدیلی کے لیے اللہ سبحانہٗ نے استعمال کیے ہونگے۔(واللہ اعلم)

اس کی مزید مثالی ''تفصیلی وضاحت'' یہ کی جاسکتی ہیکہ ''نبوت'' بحیثیت ماسٹر فولڈر تصوّر کی جائے جس میں ''کتاب''اور''حکمہ''اور''معجزات'' کے علیٰحدہ علیٰحدہ فولڈرز ہوں۔ ان فولڈرز میں ایک سے زیادہ فائلیں (files) بھی ہوسکتی ہیں۔ مثلاً ''کتاب'' کے فولڈر میں کچھ فائلیں ''وحی متلو'' پر مشتمل ہوتی ہیں اور کچھ ''وحی غیر متلو'' پر۔ وحی متلو کی فائلز میں قرآنِ مجید جیسا کلام یعنی تلاوت کیا جانے والا کلام محفوظ کیا جاتا ہوگا جبکہ غیر ملفوظ وحی والی فائلز میں ملفوظ وحی کی عملی تشریحات یعنی ''سنتِ [عمل وقول انبیاء ومرسلین]'' جسے بعض علماء نے ''حکمۃ'' تعبیر کیا ہے۔

اس پس منظر میں ''کتاب'' کے فولڈر کا تعلق تبلیغی علوم سے مزیّن تصور کیا جاسکتا ہے جبکہ ''حُکم'' اور ''معجزات'' کے فولڈر کا غیر تبلیغی امور سے۔ انہی غیر تبلیغی امور کے فولڈرز کی فہرست میں مزید ایک اور فولڈر بھی تصور کیا جاسکتا ہے جس میں نبی یا مرسل کے لیے ذاتی پیغامات و احکامات اور غیر تبلیغی معلومات درج ہوں۔ اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا قرآن میں مذکور لفظ حُکمَ منجانب اللہ ایک باصلاحیت مقتدرہ (Divinely bestowed competent Authority) ہے جو کسی مامور من اللہ امام کو ''حاکم'' کا درجہ دیتی ہے (النساء:٦٤)۔ جس کی وجہ سے مومنین اس شخصیت کے فیصلے کو ''حتمی فیصلہ'' تسلیم کرنے کے مکلّف ہوتے ہیں۔ خواہ وہ فیصلہ ''عدل وانصاف'' کے قیام جیسے معاملات ہی سے کیوں نہ ہو!

حُکمُ ؛ حُکمَ اور حِکمَۃ کی اصطلاحات کو ذہن میں رکھتے ہوئے عدل وانصاف کے

ضمن میں ایک اور حقیقت کو بھی تسلیم کرنا ہوگا اور وہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں ''عدل وانصاف'' کا قیام اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب ساری دنیا کے لوگ اس مامور من اللہ شخصیت کو عدل وانصاف سے متعلقہ معاملات میں ''حَــــکَــــمْ'' تسلیم کریں اور اس ''حاکم'' کا حکم نافذ کروانے میں ''حَکَمْ'' کے مددگار بن جائیں؛ چاہے انہیں طاغوتی قوتوں اور سرکشوں کی سرکوبی میں طاقت کا استعمال ہی کیوں نہ کرنا پڑے اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو ''ساری دنیا'' میں عدل وانصاف کے قائم نہ ہونے کی تمام تر ذمہ داری اس دور میں پائے جانے والے تمام مکلفین پر عائد ہوگی!

حفاظتِ ''کتاب'' اور ''قلب'':

قرآنِ حکیم نے لفظِ ''قلب'' کو مرادی معنوں میں استعمال کیا ہے اس وجہ سے ''قلب'' سے مراد انسانی جسم میں موجود گوشت کا وہ لوتھڑا نہیں سمجھ لینا چاہیے جس کو ڈاکٹر کے ذریعہ تبدیل کروایا جاسکتا ہے۔ برسبیلِ تذکرہ عرض ہے کہ تبدیلیٔ قلب کے کامیاب آپریشنز کے بعد سے موجودہ دور کے صوفیاء سخت پریشان نظر آتے ہیں کیونکہ ان صوفیاء نے ''ذکر'' کے دوران ''قلب'' پر چوٹ لگانے کی تلقین کی تھی اور خود اپنی بھی ساری عمر اس خودساختہ ''طریقت'' پر عمل کرتے ہوئے گذار دی! اس پریشانی کے وجہ یہ ہے کہ منکر افراد کا عطا کردہ ''ٹرانس پلانٹڈ'' (transplanted) ''قلب'' بھی انہیں ''سلوک کی منزلیں'' بڑی خیر خوبی سے طے کروا دیتا ہے!!

تفہیم کی خاطر ہم یہاں انبیاء کے ''قلب'' کو تشبیہاً پروسیسر (Processor) تصوّر کر سکتے ہیں جسکا Remote control اللہ کے پاس ہوتا ہے اسی سبب اس Processor کے کنٹرولر پر کسی مخلوق کا کنٹرول نہیں ہوتا! اور چونکہ نبی ورسول کے حافظہ کے مذکورہ تصوراتی پارٹیشن پر نازل معلومات کی حفاظت کا ذمہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے خود لیا ہے اس وجہ سے اس پارٹیشن پر اللہ تعالیٰ کسی اور کو داخل ہونے یا قبضہ جمانے نہیں دیتا!

اللہ تعالیٰ نے غیر انبیاء و مرسلین کو بھی ''قلب'' عطا کیا ہے مگر اسکا کنٹرولر اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے اپنے پاس بھی ہوتا ہے اور اسمیں جو ''معلومات'' پروسیس ہوتی ہیں یا اتر جاتی ہیں یا ''اتاری'' جاتی ہیں یا ''لکھ'' دیجاتی ہیں وہی ''معلومات'' اس شخص کا ایمان، کردار وفطرت اور کیفیتِ یقین تشکیل دیتی رہتی ہیں۔ مگر ایک عام انسان کی بدقسمتی یہ ہے کہ اس کے ''قلب'' پر ابلیس کو بھی رسائی حاصل ہوگئی۔ جب کہ انبیاء و مرسلین کے قلوب شیطان کی رسائی سے محفوظ رہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (بے شک میرے [خاص] بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں، جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں [سورالحجر:۴۲]

اس پس منظر میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ عام انسان کے ''قلب'' اور اس کی ''میموری'' کو جداگانہ یا اجتماعی طور پر، شیطان corrupt کرسکتا ہے۔ جیسا کہ کمپیوٹر کے پروگرام یا ہارڈ دسک corrupt ہوسکتے ہیں یا corrupt کردیئے جاتے ہیں! اس کے برخلاف انبیاء و مرسلین پر نازل کلام کی حفاظت کے سلسلے میں اللہ سبحان وتعالی سورہ الحجر کی آیت: ۹، میں فرماتے ہیں:

اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّکْرَوَ اِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ

''ہم نے ہی اس نصیحت کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

حفاظت کلام کے بارے میں سب سے اہم نکتہ جیسا کہ ہم کمپیوٹر پروگرامز کے سلسلے میں بیان کرچکے ہیں، یہ ہیکہ جس طرح اس کا بنانے والا ہی اس خاص میموری کی اندراجات کو delete, edit اور save کرسکتا ہے بالکل اسی طرح انبیاء کے حافظہ کے مذکورہ مخصوص حصّے (partition) میں موجود فولڈرز کی مندرجات، صرف اللہ تعالیٰ ہی اپنی منشاء و مرضی کے تحت محفوظ (save) کرسکتا ہے، بُھلا بھی سکتا ہے یعنی (delete) بھی کرسکتا ہے اور منسوخ (abrogate) بھی کرسکتا ہے اس طرح یہ صورتحال کمپیوٹر کی Flash ROM سے بڑی حدتک

مماثلت رکھتی ہے۔ چنانچہ وحی کے سلسلے میں بھی ہم یہی معاملہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو سورۃ الاعلیٰ کی آیات: ٦ اور ٧ میں سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ (ہم آپ کو پڑھائینگے پھر آپ نہ بھولوگے۔) اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (مگر جو کچھ کہ اللہ چاہیگا) کے بیان سے عیاں کر دیا ہے۔ پھیر اس خاص حکمت کی دیگر تفصیلات کو سورۃ البقرۃ کی آیت: ١٠٥ میں اس طرح بیان کر دیں:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں، اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں، [اے نبی ﷺ] کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے؟) [البقرہ: ١٠٥]

سورہ الرعد کی آیت: ٣٩ میں بھی اسی بات کو دہرایا گیا ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (اللہ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثبات بخشتا ہے، اسی کے پاس ام الکتاب ہے!) [الرعد:٣٩]

اسی سلسلے کی ایک اور اہم آیت سورہ النّحل میں آئی ہے جو اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (بیشک ہم ہی اس کے محافظ ہیں [الحجر: ٩]) کے وعدہ کو سمجھنے کے لیئے انتہائی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ النّحل کی آیت: ١٠١ میں فرماتا ہے:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نازل فرماتا ہے اسے وہ خوب جانتا ہے تو یہ کہتے ہیں تو تو بہتان باز ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر [اس حقیقت کو] جانتے ہی نہیں!) [النحل: ١٠١]

قارئین نے مندرجہ بالا آیات کے متن کے مطالعہ کی دوران یہ نوٹ کیا ہوگا کہ ان میں آیات کے ''نسخ'' اور تبدیل کیے جانے کا اصول بھی واضح کر دیا گیا ہے۔یعنی یہ کہ وحی الٰہی کو نبی کریم ﷺ کی memory کے special partition کے ایک فولڈر میں محفوظ کر دیا گیا تھا اور جو کچھ تبدیل کرنا یا بھلا دیا جانا مقصود تھا وہ صرف قادرِ مطلق کی منشاء کے تحت تبدیل کر دیا جاتا یا بھلا دیا جاتا یا محفوظ یا کر دیا جاتا تھا۔جبکہ مذکورہ بالا سورہ النحل کی آیت کے آخری حصہ سے صاف طور پر یہ واضح ہوجاتا ہیکہ تبدیلی ونسخ یا نسیان کا یہ عمل صرف نبی یا مرسل کی یادداشت تک ہی محدود رہتا تھا یا پھر اس کاتبِ وحی تک جو وقت نزول ، وحی کی کتابت پر مامور ہوتا تھا اور جس کو ان تبدیلیوں سے خود نبی کریم ﷺ آگاہ کیا کرتے تھے۔جبکہ قوم کے حافظے میں وہ آیات اسی صورت میں باقی رہتیں تھیں جیسا کہ انہوں نے انہیں پہلے سنا تھا یا انہیں سنایا گیا تھا۔یہ معاملہ صرف منکرین تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ موم نین کے پاس موجود نسخوں میں بھی جب تک مکمل توجہ اوراحتیاط سے ان تبدیلیوں کا اندراج نہیں ہوجاتا اس وقت تک ''منسوخ'' یا ''متبادل'' آیات اسی شکل میں موجود رہتیں تھیں جیسا کہ انھیں پہلے تحریر کیا گیا تھا غالبًا یہی وہ وجہ تھی جس کی وجہ سے منکرین نبی کریم ﷺ پر بہتان باز ہونے کا الزام لگایا کرتے تھے! (نعوذ باللہ)

انبیاء ومرسلین کی یادداشت کے بارے میں ایک اور بات یہ بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان کی میموری کے اس مخصوص حصہ (special partition) کی خصوصیت یہ بھی ہوتی ہیکہ انکے فولڈرز/فائلز Folders/files کو اللہ اور اس کے نبی کے کوئی اور نہیں کھول سکتا اور نہ ہی ان کی اندراجات تک کوئی پہنچ سکتا۔جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اس ''فولڈر یا فائلز'' پر اللہ سبحان و تعالیٰ کا مکمل قبضہ ہوتا ہے۔ان پر نہ تو انسان کو رسائی [Authorised access] حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی شیطان کو! اس وجہ سے اس پارٹیشن میں موجود فولڈرز کے (Files) فائیلز کی اندراجات کوئی مخلوق نہ تو Edit یعنی تبدیل کرسکتی تھی اور نہ ہی اسے Delete کرسکتی تھی اور نہ

ہی اس سے بہتر کوئی اور چیز اسمیں شامل کی جاسکتی تھی چاہے اس فعل کا فاعل نبی و مرسل ہی کیوں نہ ہو جس کی گواہی قرآنِ مجید کی سورۃ الرعد کی آیت : ۳۸ کے علاوہ سورہ حٰم السجدہ بھی دیتی ہے۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ (اور کسی رسول میں یہ طاقت نہیں کہ [تم تک] لے آئے کوئی آیت مگر یہ کہ اللہ کے اذن سے ہر چیز [کے وقوع پذیر ہونے] کا وقت لکھا ہوا ہے۔) [الرّعد:۳۸]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ الْعَزِيْزٌ (بیشک جب لوگوں کے پاس ''ذکر'' [قرآن] آچکا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا حالانکہ یہ ایک زبردست کتاب ہے) [حٰمٓ السجدہ:۴۱]

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (جس میں باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے۔ یہ حکمت والے اور لائق ستائش اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔) [حٰمٓ السجدہ: ۴۲]

شیطان کی دخل اندازی :

بیان وحی کے دوران شیطان کی دخل اندازی کا تذکرہ سورہ الحج کی آیت نمبر:۵۲، کے ایک حصّے میں آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب انبیاء و مرسلین لوگوں کو وحی سنانے کا ارادہ کرتے تو شیطان دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتا تھا تا کہ اللہ کے نازل کردہ کلام میں تضاد و تحریف پیدا ہو جائے اور اس طرح نہ صرف وحی بلکہ انبیاء و مرسلین کی حیثیت بھی مشکوک ہو جائے ۔مگر اللہ کے حکم ہی سے

آیات کی حفاظت؛ثُمَّہ یَحْکُمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ (پھراللہ اپنی باتیں پکّی کر دیتا ہے[الحج:۵۲])کے تحت ہوجایا کرتی تھی۔اور یہ عمل کمپیوٹر کی save کمانڈ کے حکم کے مترادفcommand تصوّر کیا جاسکتا ہے!

ذہن کی صلاحیتوں میں دخل اندازی کا ایک شیطانی طریقہ’’جادوٹونہ‘‘ بھی ہے مگر چونکہ اللہ نے خود’’وَاِنَّالَہٗ لَحٰفِظُوْنَ‘‘(اور بیشک ہم ہی اس کے محافظ ہیں[الحجر:۹])فرما کرحفاظت کا ذمہ لے لیا ہے،اسوجہ سے میموری میں محفوظ شدہ وحی انبیاء ومرسلین کے حافظہ سے ان کی طبعی زندگی کے کسی حصّے میں؛ چاہے وہ حالتِ صحت میں ہوں یا حالتِ علالت میں ہوں،مخلوق کی کاوشوں کے باوجود،محونہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس میں تحریف یا تبدیلی کی جاسکتی ہے کیونکہ اس مضمون میں اس سے قبل بیان کی ہوئی سورہ الرعداورسورہ حٰم السجدہ کی آیات بھی اسی بات کی ضمانت دیتی ہیں۔!

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سحر زدہ نہیں تھے!

قرآنِ مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سحر زدہ ہونے کی تردید کی ہے۔اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منکرین کا جادو کام کرگیا تھا تو قرآن ایک سحر زدہ اور مجنون شخص (نعوذباللہ) کی زبان سے نکلا ہوا کلام طئے پاتا ہے۔(ثمّہ نعوذباللہ)چنانچہ منکرین کی اس سازش کی تصدیق قرآن نے سورہ فرقان کی آیت:۸ میں مندرجہ ذیل الفاظوں میں کی ہے:

> وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (اورظالموں نے[یہ تک] کہہ دیا کہ تم ایسے آدمی کی پیروی کرتے ہوجس پر جادو کیا گیا ہے۔) [فرقان:۸]

چناچہ علماء اور محققین کی ایک کثیر تعداداس بات کے قائل نظر آتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کے موثر ہوجانے سے متعلقہ احادیث ہمارے لٹریچر میں مدلسین وملحدین نے داخل کردیں ہیں!

واقعات بتاتے ہیں کہ جب کبھی مذکورہ ''محفوظ تحریر'' (کلام اللہ) کے کسی خاص مضمون کے حوالہ کی ضرورت ہوا کرتی تو انبیاء ومرسلین ،لوگوں کو کاتبانِ وحی کے لکھے ہوئے نسخوں کی طرف لوٹا یا نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے ہی ذہن میں محفوظ متعلقہ فائلوں سے رجوع کرتے اور حرف بہ حرف وہی الفاظ دہرادیتے تھے جو کہ ان فائلز میں اللہ کی طرف سے محفوظ کیئے ہوئے ہوتے تھے۔اس غیر معمولی صورتحال کو دیکھ کر مخالفین ومنکرین رسالت، رسولِ اکرم ﷺ کو جادوگر کہتے تھے!

جہاں تک وحی سے مستفید ہونے کا تعلق ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کمپیوٹر آپریٹر یا کوئی اور فرد Monitor پر نظر آنیوالی عبارت یا متن سے مستفید ہوتا ہے اسی طرح انبیاء ومرسلین بھی ان کے اپنے ذہنوں پر محفوظ کی گئی آیات سے مستفید ہوا کرتے تھے اور جیسا کہ قرآن کہتا ہے **يتلو عليهم آيٰتہٖ ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة** (سورہ الجمعہ:۲) کا عملی نمونہ بشکل درس وہدایت پیش کردیا کرتے تھے۔

یادداشت کی صلاحیتوں کا فرق:

عام انسانوں کو بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے memory سے نوازہ ہے مگر ان کی میموری کو انبیاء ومرسلین کی memory کی طرح نہ تو ثبات بخشا ہے اور نہ ہی اس کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہے۔ چونکہ ہمارے حفاظ حضرات بھی حافظہ (عام قسم کی میموری) رکھتے ہیں اسوجہ سے انہیں ایک جہت سے انبیاء کی اس مخصوص صفت سے ایک طرح کی مثالی وکسی حد تک اعتمادی مشابہت حاصل ہے۔

انبیاء ومرسلین اور غیر انبیاء ومرسلین کے حافظہ میں ایک اور فرق مثالی طور پر یہ ہوتا ہے کہ اوّلذّکر کے حافظہ کی ہارڈ ڈسک (hard-disc) پر ''تحریر'' وہبی ہوتی ہے اور جس کا محافظ بھی اللہ ہوتا ہے جبکہ حفاظِ کرام کے حافظہ پر موجود ''تحریر'' کسبی ہوتی ہے یعنی انسانی محنت وکاوش کی مرحونِ منت ؛ جس کی حفاظت کا اللہ نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ان کی اس یادداشت کو بار بار انہیں

اپنے طور پر "refresh" کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ انبیاء ومرسلین کی memory کو refresh کرنے کے اللہ کے اپنے طریقے ہیں جسے مسلمان ''عرضہ'' (ورد) کے نام سے جانتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہیکہ حضورِ اکرم ﷺ یہ ''عرضہ'' حضرت جبرائیل علیہ السلام کی موجودگی میں کیا کرتے تھے۔ ایک اور قابلِ ذکر بات یہ بھی ہیکہ عام آدمی کی ہارڈ ڈسک crash بھی ہوجاتی ہے اور corrupt بھی! اس کے برخلاف انبیاء ومرسلین کی ہارڈ ڈسک نہ کبھی crash ہوتی ہے اور نہ corrupt ہوتی ہے!

''کتاب'' اور اس کے تدوینی مراحل :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا تھا بلکہ وقفے وقفے سے ان کی ہدایت کا انتظام بھی کیا تھا۔ سورہ الاعراف کی آیت: ۳۵ میں فرماتا ہے:

> اے بنی آدم! اگر تمھارے پاس پیغمبر آیں جو تم ہی میں سے ہوں، جو میرے احکام تم سے بیان کرینگے تو جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور درستی کرے سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ [الاعراف: ۳۵]

مندرجہ بالا آیت یہ بتارہی ہے کہ اللہ کی طرف سے مرسلین کے ذریعہ ہدایات حضرت آدمؑ کی اولاد کے ابتدائی زمانے ہی سے آتی رہی ہیں اور یہ وہ زمانہ ہے جسے pre-historic age کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں نشر واشاعت کے لیے تحریری ذرائع موجود نہ تھے اس وجہ سے خدائی احکامات صرف انسانی حافظے ہی میں محفوظ کیے جاسکتے تھے اور پھر حافظہ کی بنیاد پر زبانی ''بیان'' کیے جاسکتے تھے۔ اُس زمانے میں لفظِ ''کتاب'' نہ تو بطور اسم کے جانا جاتا ہوگا اور نہ ہی مصدر کے! پس [اس زمانہ میں] خدائی ہدایات کی تبلیغ کا کام صرف حافظہ memory کی مدد سے ممکن تصور کیا جاسکتا ہے۔

جب انسان نے مزید ترقی کی، چمڑے یا جھلی یا پتھر کے علاوہ کاغذ وروشنائی کی مثل، تحریری خطاطی کے ذرائع کا استعمال اپنا لیا تو انبیاء ومرسلین کے ذہنوں میں محفوظ ہدایات کاتبین کی مدد سے ضبطِ تحریر میں لائی جاتیں اور اس طرح ''کتاب''، تشکیل پاتی تھی جو کہ اس لفظ کے اصل لغاتی معنوں میں سے مصدری حیّت کی نمائندگی کرتی تھی۔ بعد کے مرحلہ میں جب ان تحریرات یا صحف کو اکٹھا کردیا گیا تو یہی لفظ اپنے دوسرے لغاتی روپ میں یعنی اسم کے طور پر ظاہر ہوا۔ اسطرح ''کتاب'' نے اپنے ہر دو لغاتی معنوں کا جلوہ دیکھا دیا۔ اسی ضمن میں ایک اور قابلِ توجہ بات یہ دیکھنے میں آئی کہ ''ام الکتاب'' کے تصور کو اپنانے اور تسلیم کر لینے کے بعد پھر سے اس لفظ کے مرادی معنی انسان کے لیے قابلِ قبول بن گئے۔ شائید اسی سبب اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتابوں میں اس لفظ کے مرادی معنوں کو بھی برقرار رکھا! (واللہ اعلم)

''کتاب'' کے سلسلہ میں ایک اور اہم بات یہ ہیکہ اگر کسی وجہ سے وقتِ نزول ''کتاب''، تحریر میں نہیں لائی جاسکی تھی تو بعد کے لکھنے والے، اپنے حافظہ کی بنیاد پر ''کتاب'' کو بالآخر تحریر میں لے آتے ہوں گے جیسا کہ توراۃ وانجیل اور دیگر ''کتابوں'' کے ساتھ ہوا۔

نزولِ وحی کے طریقے سے مشابہت رکھنے والی مثال:

نزول وحی کے عمل وطریقہ کار کو سمجھنے کے لیے ذیل میں ہم کمپیوٹر کی ساخت اور working سے دوبارہ استفادہ کرتے ہوئے واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ دونوں کے طریقے کار میں کس قدر مشابہت پائی جاتی ہے۔

ایک کمپیوٹر بغیر ہائی فری کوئینسی DSL یا ٹیلیفون لائین اور Modem یعنی سگنل ماڈیولیٹر وڈی ماڈیولیٹر کے، انٹرنیٹ پر کسی دوسرے کمپیوٹر سے رابطہ قائم نہیں کرسکتا۔! ویسے بظاہر تو وہ بغیر Modem اور ٹیلیفون لائین کے بذات خود ایک مکمل مشین ہے اور دیگر

سارے کام انجام دے سکتا ہے مگر انٹرنیٹ کے ذریعہ سے کسی External source سے رابطہ یعنی communicate کرنے کے لیے وہ modem اور ٹیلیفون لائین یا ہائی فری کوئنسی لاسلکی کا محتاج ہوتا ہے! جب یہ چیزیں نصب کردی جاتی ہیں تو اس میں انٹرنیٹ سے منسلک ہونے کی صلاحیت آجاتی ہے اور ہم دنیا بھر میں موجود آن لائن (On Line) افراد یا معلوماتی ذرائع سے communicate کرنے لگتے ہیں یا پھر جو چاہیں ڈاؤن لوڈ (download) یا اپ لوڈ (upload) کر سکتے ہیں۔ اگر کمپیوٹر camera سے لیس ہو تو اپنے مخاطب کو مانیٹر کے screen پر دیکھ بھی سکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہم وحی کے بارے میں بھی جانتے ہیں کہ خالق سے مخلوق کی طرف سرعت کے ساتھ بھیجے جانیوالے پیغامات (وحی) کی ترسیل کے لیے ''روح'' کو ''عبداللہ'' کے قلب پر نازل کیا جاتا تھا (سورۃ الشوریٰ:۵۲) جس کے بعد مواصلاتی سلسلہ قائم ہوجاتا تھا۔ یہ وہی ''خاص روح'' ہے جس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ 'امرِ ربّی' ہے جس کا ہمیں بہت قلیل علم دیا گیا ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت:۸۵) اسی آیت میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے یہ بتا دیا گیا کہ اگر یہ ''روح''، جو آپ ﷺ پر ''وحی'' [بمعنی نازل] کی گئی ہے واپس بلا لی جائے تو وہ اللہ کے مقابل کوئی مددگار یا وکیل اس ''روح'' کو واپس لانے والا نہ پائینگے۔

اسی سبب راقم نے اخذ کیا کہ یہ ''الــرّوح'' ہی ہے جو Modem اور لاسلکی کی مدد سے قائم ہونیوالے مواصلاتی رابطہ کی طرح، اللہ کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات سے تکلم و رابطہ قائم کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ روبرو مکالمات ہوتے ہونگے یا بلا واسطہ اللہ سے ہدایات اسی ذریعہ سے ملتی ہونگی۔ لقائے رب اسی ذریعہ سے ہوتا ہوگا۔ آیاتِ ربّانی اسی ذریعے کی مدد سے نازل (down load) ہوتی ہونگی (واللہ اعلم)۔

اس communication یا مواصلاتی سلسلے کو سمجھنے کے سلسلے میں یہ تصوّر مددگار ثابت ہوتا ہے کہ کمپیوٹر کے پروسیسر کی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ''الرّوح'' کا اپنا ایک

''بیلٹ ان'' micro processor ہوتا ہے۔ چنانچہ ''عبداللّٰہ'' پر ''الروح'' کے نزول کے بعد ہر ''امّی عبداللہ'' کو نہ صرف یہ کہ پڑھنا، لکھنا آ جاتا ہے بلکہ جن و ملائکہ، شجر و حجر، چرند و پرند کی بولی بھی آ جاتی ہے۔ اُس ''عبداللّٰہ'' کے لیے چیونٹیوں سے گفتگو کرنا یا خوابوں کی صحیح تعبیر بتا دینا کوئی مسلہ نہیں رہتا۔ حتیٰ کہ لحد میں لیٹا ہوا شیر خوار ''عبداللّٰہ'' بھی قوم کے دانشوروں سے گفتگو کر سکتا ہے۔ اپنے رب سے راست مکالمے یا لقاء کی صلاحیت بھی اسے میسر ہو جاتی ہے۔ اس طرح ایک ''امّی عبدالله'' بھی علومِ الٰہیہ کا معلم اور اپنے وقت کا سب سے اعلیٰ و قابل ترین مدبر، مفکر، فلسفی و دانش مند و خیر اندیش انسان بن جاتا ہے۔ ایسے انسان کو حکماء نے ''**انسانِ کامل**'' کہا ہے جب کہ اللہ سبحانہٗ نے اس کو بجا طور پر مخصوص معاملات میں اپنا ''خلیفة'' تعبیر کیا ہے۔

اسی بنیاد پر تمام کسبی اولیاء کے بارے میں بھی گمان کیا جا سکتا ہے کہ شائید انہیں بھی محدود صلاحیتوں والا ایک Modem ان کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے سبب اللہ کی طرف سے عطا کر دیا جاتا ہو جو کہ ان کی حاصل کردہ ولایت کا ثمرہ تسلیم کیا جا سکتا ہے اور ان کے ''درجات'' کی گواہی دیتا ہے۔ جس کا تذکرہ سورہ الحدید کی آیت:۱۹ میں پایا جاتا ہے۔[والله اعلم بالصواب]

والذین امنو بالله ورسولهٖ اولٰئكهم الصد یقو ن والشهدآء عند ربهم اجرهم و نورهم ہ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، وہی صدیق و شہداء ہیں۔ ان کے رب کی طرف سے ان کیلئے بھی انکا اجر اور ان کا ایک نور ہے۔ (سورہ الحدید:۱۹)

البتہ یہاں یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ انبیاء و مرسلین کے ''قلب'' (processor) اور عام آدمی (بشمول کسبی اولیاء اللہ) کے ''قلب'' کی صلاحیتوں میں بڑا فرق ہوتا ہوگا۔ کیونکہ ایک عام انسان کا ''قلب'' سورہ الحجر کی مندرجہ ذیل آیت کی رو سے شیطانی عمل کے تحت کرپٹ corrupt بھی ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہیکہ اس کی حفاظت کا اللہ نے کوئی وعدہ نہیں کیا! فرمانِ الٰہی ہے:

ان عبادی لیس لک علیھم سلطٰن الّا من اتبعک من الغٰوین
(میرے [خاص] بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں، جو گمراہ لوگ
تیری پیروی کریں۔ [سورہ الحجر:۴۲]

متذکرہ بالا وجوہات کی بناء پر یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کسبی اولیاء اللہ کے اور اللہ سبحان وتعالیٰ کے درمیان ہونے والی communication ''شریعت'' تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اقوال: **وجعلناہ نوراً** اور **خلقه احسن من کل شیءٍ**..... ''**الرّوح**'' کی مذکورہ بالا صلاحیتوں اور تشخص کی توضیحات وتعبیرات ہیں [واللہ اعلم] اور اس حقیقت کو سورہ الشوریٰ:۵۲، میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وکذالک اوحینا الیک رِوحاً (اور اسی طرح سے ہم نے اشارہ کیا ایک روح کو آپ کی طرف) **ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان** (آپ [اس سے پہلے] نہ کتاب جانتے تھے اور نہ ہی ایمان کی حقیقت) **و لکن جعلناہ نوراً** (لیکن مزید [حقیقت یہ بھی ہیکہ] ہم نے اس [روح] کو نور بنا دیا) **نھدی بہٖ من یشاء من عبادنا** (ہدایت دیتے ہیں ہم اسی سے جس کو چاہتے ہیں اپنے [خاص] بندوں میں سے) **انک لتھدی الیٰ صراط المستقیم** (بیشک آپ [بھی] صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔) [الشوریٰ:۵۱]

مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ تین اہم چیزوں کا انکشاف کرتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ نبی کریم ﷺ ''روح'' کے نزول سے پہلے ''کتاب'' اور ایمان کی حقیقت سے واقف نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ ''**عبداللہ**'' کو **المھدی** کیسے بناتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قلب رسول اللہ ﷺ پر ''روح''

کے نزول سے پہلے نبی کریم ﷺ لکھنا، پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ جس کا قرآن نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بھی انکشاف کیا:

وَ مَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡ مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیۡنِکَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ: (**اور اس سے پهلے آپ نه کوئی کتاب پڑه سکتے اور نه کسی کتاب کو اپنے هاته سے لکھتے تھے** کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑتے۔) [العنکبوت:۴۸]

''**امّی عبداللّٰه**'' کے لکھنا پڑھنا سیکھ جانے کو بعد صورتحال تبدیل ہوگئی تھی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو آیت: ۴۵ ہی میں حق تعالیٰ کا حکم ملا تھا:

اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ: (**آپ تلاوت کیجیئے** [یعنی پڑھیے پیروی کی نیت سے] **جوکچه وحی کیا گیا هے الکتاب**[لوح محفوظ] **سے آپ کی طرف!**) [العنکبوت:۴۵]

عقل وانصاف کی بات تو یہ ہے کہ ایسا حکم تو اسی وقت دیا جاسکتا ہے جبکہ مخاطب تحریر پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ورنہ تو حکم دینے والے کے علم اور عدل پر ناقصیت کا الزام لگ جاتا ہے (نعوذ باللہ من الذّالک)۔ بالکل اسی دلیل کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے متعلق حق تعالیٰ کی گواہی کا مظاہرہ (**یعلمهم الکتاب و الحکمة**: [کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے]) امّیِ مقدس کو معلمانا وحکیمانا صلاحیت سے آراستہ وپیراستہ کیے جانے کے بعد ہی ممکن تھا!

''کتبِ قدیم'' میں تحریف کے چند اسباب:

ادیان کی تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ روزِ اول ہی سے دونوں فولڈرز (**folders**) یعنی وحی متلو اور وحیِ غیر متلو کے فولڈرز میں درج مواد انسانوں کو ہدایت دینے کا ذریعہ ہوا کرتا رہا تھا مگر

چونکہ زمانے قدیم میں لکھائی و چھپائی کے جدید وسائل موجود نہیں تھے۔ پس ''کتابیں'' تحریر میں اس طرح نہیں لائی جاسکیں تھیں اور نہ ہی محفوظ کیجا سکتی تھیں جیسے کہ آج کیجاتی ہیں۔ مگر جب یہ وسائل دستیاب ہو گئے تو انسانی یاداشت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں نے ''کتاب'' کو تحریر میں لانے کی کاوشیں کیں مگر انسانی یادداشت کی بنیاد پر لکھی جانیوالی اس ''کتاب'' میں خرابی یہ تھی کہ قدیم اندازِ تحریر میں، جب املا punctuation[علامات] سے مزیّن نہیں ہوا کرتا تھا؛ ایک جملے کے مواد کی دوسرے جملے کے مواد میں آمیزش ہو جاتی تھی اور اس طرح مفاہیم میں تغیر آجاتا تھا۔ مزید برآں یہ امکان بھی ہے کہ اگر اس ابتدائی زمانے میں تحریر کو اعراب و علامات سے آراستہ کرنے کا رواج موجود نہیں تھا تو یقیناً جملوں کے مطالب و مفاہیم میں بھی تحریف ہو جاتی ہو گی جس کی تصدیق و گواہی توراۃ و انجیل کے پڑھنے والے دیتے ہیں۔ بقول ان کتابوں کے قارئین کے؛ قرآت کے دوران ان کو احساس ہوتا ہیکہ انمیں، اللہ اور رسولوں اور دیگر راویوں کا کلام مخلوط کر دیا گیا ہے۔ دوسری خرابی یہ تھی کہ لکھنے والوں کے مفادات کے تحفظ کا عنصر بھی ان کتابوں میں شامل ہو جایا کرتا تھا۔ یا پھر لکھنے والے خود ہی دیگر مفادات و وجوہات کی بناء پر ربانی کلام میں تحریف کا ارتکاب کیا کرتے تھے!

تحریف کی سزا:

کتاب کی آیات میں تحریف کی سزا سے متعلق بڑے سخت الفاظ میں بلا مروّت وعید دیتے ہوئے فرمایا:

تَنۡزِيۡلٌ مِّن رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (یہ [کلام] تو رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔) وَ لَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَ قَا وِيۡلِ (اور اگر یہ [نبی مکرم ﷺ] ہم پر کوئی بھی بات بنا لیتا تو البتہ ہم اسکا داہنہ ہاتھ

پکڑ لیتے۔)لَاَ خَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (پھر اس کی شہ رگ کاٹ
دیتے۔)ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (پھر تم میں سے کوئی بھی مجھے اس
سے روکنے والا نہ ہوتا۔) [الحاقہ :۴۳ تا ۴۷]

مذکورہ بالا وعید کا مضمون رسول اللہ ﷺ کی نہ صرف صداقت کا ثبوت پیش کرتا ہے بلکہ علمِ نبوت میں تحریف کے مرتکب ہر نبی کے لیے سزا بھی مقرر کر دیتا ہے۔

متقدمین علمائے اسلام کے علاوہ ہم میں کے باعلم لوگ بھی جانتے ہیں کہ وحیِ متلو، نازل شدہ وحی کا صرف ایک جز ہوتا ہے مگر جو لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں ہوتے ہیں وہ ایک نئی صورتحال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ انکی کم علمی یا ناواقفیت ان کے لیے ایک نئی صورتحال پیدا کر دیتی ہے چنانچہ ایک عام درجہ کا مکلّف ،خود ساختہ تصوّر کے سبب، کاتبینِ وحی کے ذریعے تحریر کروائے گئے حصّہ ہی کو ''کتاب '' جاننے لگتا ہے۔(نعوذ باللہ) یہ خیال مسلمانوں ہی کے کچھ ''روشن خیال'' طبقاتِ فکر نے روشناس کرایا ہے۔

کم علموں کے علاوہ منکرینِ حدیث نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وحی کے غیر متلو حصّہ کو (نعوذ باللہ) ''غیر از کتاب اللہ'' یا ''غیر از دین'' باور کروانا شروع کر دیا۔ حالانکہ قرون اولیٰ سے یہ بات تسلیم کر لی گئی ہیکہ نبی کریم ﷺ پر نازل کیا جانے والا محفوظ علم دو انواع پر مشتمل ہے جسے مسلمان وحیِ متلو [ملفوظ وحی] اور وحیِ غیر متلو [غیر ملفوظ وحی] کے طور پر جانتے ہیں۔ اوّل الذکر وحی، قصص کے علاوہ شریعت کے بنیادی احکامات و اثاثی اصولوں کو اجمالی طور پر پیش کرتی ہے جبکہ آخر الذکر وحی کا ایک بڑا حصہ ان احکامات کے عملی مظاہرے یعنی طریقہ کار کو متعیّن کرتا ہے اور جیسا کہ پچھلے صفحات میں کمپیوٹر کی اصطلاحات اور امثال کے ذریعہ سے واضح کیا جا چکا ہے۔ وحی کی یہ دونوں اقسام نبی کریم ﷺ کی ''مخصوص مستقل یادداشت'' میں محفوظ کر دی گئیں تھیں جن تک اللہ اور رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کو رسائی حاصل نہیں تھی۔

علومِ نبوت اور رسالت:

علم ومعلومات کی صلاحیت کے لحاظ سے نبی وہ شخص ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ علومِ مغیبہ ، ہدایات اور مشاہداتِ حقائق ومعجزات سے لیس کر کے علم وعمل کے کمالات کے اس درجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ جہاں عام انسان کی پہنچ ہو ہی نہیں سکتی۔علومِ مغیبہ کے ضمن میں اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہوتی ہے جو ایک پہاڑ کے بلند ترین مقام پر کھڑا ہونے کے سبب اس پہاڑ کی دونوں جانب کے حالات کا ''مشاہدہ وعلم'' رکھتا ہے۔جب کہ پہاڑ کے ہر دو جانب کے عام انسان دوسری جانب کے حالات وواقعات سے نہ تو واقف ہوتے ہیں اور نہ ہی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ایک مامور من اللہ کی طرف نازل کیے گئے ان علومِ الٰہیہ کو **علومِ نبوت** کہا گیا۔ان علوم کو **مامورین من اللہ** کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچانے کا نام **رسالت** ہے۔یہ علوم کسب نہیں کیے جا سکتے اللہ نے اس کو اپنا ''فضل'' متعارف کروایا ہے اور یہ'' فضل'' صرف مرتضیٰ ومجتبیٰ مامور من اللہ ائمہ دین کا خاصہ ہوتا ہے جو کہ ''**ولایتِ وھبی**'' کے حاملین ہوتے ہیں۔

علمِ نبوت؛ تشریعی [نئی شریعت لانے والے] وغیر تشریعی [اپنے سے پہلی شریعت لانے والے] ، دونوں قسم کے انبیاء ومرسلین کو سورہ الشوریٰ کی آیت: ۵۱ میں مذکورہ تین طریقوں سے عطا کیا جاتا ہے جو کہ بنیادی طور پر دو انواع پر مشتمل ہوتا ہے: جسے بعض علماء ملفوظ اور غیر ملفوظ تعبیر کرتے ہیں۔ملفوظ حصّہ ، وحیِ متلو کہلایا (وہ جس کی تلاوت کی جاتی ہے یعنی قرآن) اور غیر ملفوظ حصہ وحیِ غیر متلو کہلایا یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی اور جس کے ایک بڑے حصے کو ہم سنتِ رسولؐ (قول وفعلِ رسولؐ) کے نام سے جانتے ہیں۔اس میں قرآنی احکامات کی عملی تعلیم کے سارے اجزاء شامل ہوتے ہیں مثلاً : جسم ، لباس وقلب کی طہارت ، تزکیہ نفس وقلب کے احکام وطریقے ، اوامر ونواہی کی ادائیگی کے طریقے ، عدل واحسان ، عبادات ومعاملات کی عملی ادائیگی کی تربیت اور حکمۃ کے دیگر عوامل جسے ہم قربِ الٰہی وحضوری وعرفان کے حصول کے طریقوں سے تعبیر کرتے ہیں وغیرہ

وغیرہ۔تاریخی شواہد ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ حکمت الٰہیہ کے تحت وحیِ غیر متلو (حدیثِ نبوی ﷺ) کے حفظ کرنے یا تحریر کرنے کا باضابطہ اہتمام نبی کریم ﷺ نے اس طرح نہیں کروایا تھا جس طرح کہ قرآن کے حفظ کرنیکا اور تحریر میں لانے کا کیا تھا۔اکثر علماء و محققین اسبات پر متفق نظر آتے ہیں کہ اگر دونوں کے حفظ و تحریر کا باضابطہ اورتاکیدی اہتمام کروادیا جاتا تو احتمال اس بات کا تھا کہ لوگ وحیِ متلو اور وحیِ غیر متلو کو ایک دوسرے سے مخلوط کر دیتے اس طرح ملفوظ وحی اور غیر ملفوظ وحی گڈ مڈ ہو جاتیں جیسا کہ توراۃ وانجیل کا حال ہوا ہے۔شائید اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے صرف ملفوظ وحی کو ''حکماً'' ''بطور'' پالیسی'' تحریر میں لانے کی حکمت عملی اختیار کی تھی۔

مذکورہ بالا حکمت عملی کی ایک اور وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ غیر متلو وحی میں آپ ﷺ کی اپنی ذات کے لیے بھی احکامات و دیگر معلومات شامل تھیں جن کا تبلیغی ذمہ داریوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا چنانچہ اس احتیاط ودانشمندی نے قرآن اور حدیثِ نبوی کے کلمات کو ممکنہ اختلاط اور ایک دوسرے میں آمیزش سے محفوظ رکھا۔[واللہ اعلم]

اہلِ حدیث کے معروف عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (مرحوم) کے ایک مضمون ''تاریخِ حدیث شریف'' میں درج ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت انسؓ وحضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ کو اپنے طور پر حدیثیں لکھنے کی اجازت دی تھی۔حضرت انسؓ کی کاوشوں کے بارے میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ اپنی تحریرات وقتاً فوقتاً اصلاح کی غرض سے حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کرتے تھے جس پر حضورِ اکرم ﷺ خود نظر ثانی کیا کرتے تھے۔جو کہ آنیوالے سالوں میں کسی طرح ضائع ہو گیا۔ (بحوالہ ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں'' صفحہ ۹۸، ۹۹، مرتب سید قاسم محمود؛ بیکن بکس۔اردو بازار، لاہور)

مذکورہ بالا روایت کے برخلاف ہمیں وہ روایت بھی ملتی ہے جس میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ذاتی افادے کے لیے خود جو حدیثیں لکھی تھیں اسے حضورِ اکرم ﷺ کے فرمان پر تلف کر دیا۔اس پس منظر میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ حضراتِ انسؓ وعبداللہ بن عمر بن العاصؓ کو یقیناً کسی

نہ کسی مصلحت کے تحت یہ اجازت دی گئی تھی۔حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی نبی کریمﷺ کی حیات میں کبھی حدیثوں کو رقم نہیں کیا تھا۔ اگر عام اجازت ہوتی تو یقیناً اور بہت سے صحابی حضرات بھی حدیثوں کو ضبطِ تحریر میں لاتے اور اصلاح کے لیئے نبی کریمﷺ کے آگے پیش کرتے۔[واللہ اعلم]

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰئنَا لِهٰذَا ۖ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰئنَا اللّٰهُ ۚ ﴾

[ساری حمدو ثنا اللہ کے لیے ہے، جس نے ہمیں ان باتوں کی ہدایت دی اور ہم ہرگز ہدایت یافتہ نہ ہوتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا!]

مصادر و منابع:

۱۔ The Message of Holy Quran (انگریزی) شیخ محمد اسد، بیروت

۲۔ The Holy Quran (اردو ترجمہ) شیخ محمد مارماڈیوک پکتھال، اقبال بک ڈپو، صدر، کراچی، پاکستان

۳۔ مترادفاتِ قرآن مصنفہ عبدالرحمٰن کیلانی، مکتبہ السلام؛ وسن پورہ، لاہور

۴۔ لغات القرآن مصنفہ غلام احمد پرویز، ادارہ طلوعِ اسلام، ماڈل ٹاؤن؛ لاہور

۵۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ کی بہترین تحریریں' مرتب سید قاسم محمود؛ بیکن بکس۔ اردو بازار، لاہور

۶۔ The Noble Quran (انگریزی) مترجمہ: ڈاکٹر محسن خان اور محمد تقی الدین ہلالی؛ مدینہ منورہ

۷۔ قرآنِ کریم، معہ اردو ترجمہ و تفسیر مترجم: محمد جوناگڑھی، حواشی: علامہ صلاح الدین یوسف؛ شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ؛ سعودیہ